حاسبوا قبل أن تحاسبوا

کے

تعمیل وارشاد میں اپنا محاسبہ

پندرہ سالہ

قیام حرمین شریفین کے مشاہدات وتجربات کی روشنی میں

آدابُ الحرمینؒ

مؤلفہ

صوفی محمد اقبال صاحب مدنی

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۳۶۷-بہادرآباد، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آدَابُ الحرمینً

مؤلفہ

حَضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ

حضرت جناب آفتاب احمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکـــتبہ اقبـالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۸ شوال ۱٤٤۳

نوٹ: یہ کتاب قارین کے لیے کتابی صورت میں دستیاب ھے

مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ

جامع مسجد مدنی– خانقاہ مدنیہ اقبالیہ جلیلیہ

سی 307، بلاک 1 ، گلستان جوہر ، کراچی۔۔۔موبایل 0030 9225533 0321 9225533

فہرست عنوانات

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ
۱	تمہید	۴
۲	مدینہ پاک میں مستقل قیام کا شوق	۶
۳	حضرت شیخ سے اجازت اور اکابر کا مشورہ	۸
۴	حرمین میں اکابر کے قیام کرنے کی جرأت نہ کرنا	۹
۵	قیام کرنے والوں کی اقسام	۱۲
۶	بندہ کا ایک تجربہ	۱۹
۷	فضائل کے لئے مجاورت اختیار کرنے والے	۲۰
۸	قیام کا شرعی درجہ	۲۱
۹	آنے کے لئے شرعی اجازت	۲۲
۱۰	آنے کے بعد جن امور سے سابقہ پڑتا ہے	۲۳
۱۱	طرزِ زندگی اور معاشرت	۲۶
۱۲	اصحاب عزیمت	۳۰
۱۳	ماحول کا اثر زندگی پر	۳۳
۱۴	حضرت شیخ کے نصائح	۳۷
۱۵	جو حضرات آنا چاہتے ہیں	۳۸

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ
۱۶	جو آپکے ہیں	۳۹
۱۷	خاتمہ و خلاصہ	۴۲
۱۸	مکتوب حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ	۴۳

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ؐ

تمہید

الحمدللہ یہ ناچیز حرمین شریفین میں پندرہ سال سے مقیم ہے جس کی وجہ سے پاک و ہند کے جن دوستوں کا یہاں قیام کرنے کا شوق ہوتا ہے وہ یہاں کے قیام کے متعلق اپنے لئے مشورہ کیا کرتے ہیں اور بندہ کے ذاتی اور یہاں کے عام حالات دریافت کیا کرتے ہیں۔ ان حضرات کے لئے بندہ نے پانچ برس پہلے اپنے دس سالہ قیام کے ذاتی مشاہدات و تجربات کو یکجا تحریر کر دیا۔ ساتھ ہی قیام کے بارے میں بزرگوں کے اقوال بھی جمع کر دیئے۔

یہ مختصر مضمون کاپی پر نوٹ کر رکھا تھا اور اب تک یہ معمول تھا کہ ضرورتمند کو کاپی دکھا کر واپس لے لیا کرتا تھا۔ بعض دوستوں نے اسے مفید عام سمجھتے ہوئے اس کی طباعت کا مشورہ دیا مگر ایک بزرگ نے دیکھ کر فرمایا کہ اس میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ سب واقعات تجربات پر مبنی ہیں ان سے انکار یا اختلاف کی گنجائش نہیں اور جو اقوال درج کئے ہیں وہ بھی اپنی جگہ سب حق ہیں لیکن اس

ساری تحریر کا مجموعی طور پر اثر ہوتا ہے وہ یہاں کے قیام کرنے سے روکنا اور منع کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ حدیث پاک میں یہاں قیام کرنے کی ترغیب آئی ہے چنانچہ اس بنا پر بندہ نے اس کو طبع کرانے کا ارادہ نہیں کیا تھا لیکن گزشتہ سال جب حضرت اقدس شیخ الحدیث دام مجدہم نے اسکو سنا تو طبع کرانے کے بارے میں اس اشکال کو اہمیت نہیں دی اور فرمایا کہ قیام کی ترغیبات کے ساتھ آداب و شرائط بھی تو ضروری ہیں بغیر آداب کے تو قیام کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ مضر ہے۔

اب گزشتہ سال سے پاک وہند کے لوگ کثرت سے آنا شروع ہو گئے ہیں اور بعض جگہوں کے معاشی حالات خراب ہو جانے اور یہاں پر دنیاوی کشش کے اسباب پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس طرف رجوع عام ہو رہا ہے اس لئے حالات کا تقاضا ہوا کہ اس تحریر کو طبع کروالیا جائے اور مقصد تحریر کی وضاحت پہلے کر دی جائے کہ مقصد یہاں کے قیام سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ آداب و شرائط کی رعایت کرنے کی طرف متوجہ کرنا اور خوش فہمیوں سے نکالنا اور غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے نماز کو بری طرح پڑھنے کی وعید سنائی جائے کہ ایسی نماز اپنے پڑھنے والے کی بربادی کے لئے بددعا کرتی ہے اور پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر ماردیجاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان وعیدوں کا مطلب یہی ہے کہ نماز اچھی طرح شرائط و آداب کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اور پھر اس کا حق ادا نہ ہو سکنے کی وجہ سے استغفار کرنا چاہیئے اور اپنے نمازی ہونے پر عجب نہیں کرنا چاہیئے نہ یہ کہ نماز ہی پڑھنا چھوڑ دے۔

اسی طرح قرآن پاک پڑھنے کے جہاں فضائل ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ بعض

قرآن پڑھنے والے ایسے بھی ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن پڑھنا چھوڑ دیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جھوٹ بولنا ظلم کرنا وغیرہ جن باتوں پر قرآن میں لعنت آئی ہے ان کو چھوڑ دینا چاہیئے اس طرح یہاں کے قیام میں جن باتوں سے نیکی برباد گناہ لازم آتا ہو ان کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

یہاں رہنے کے آداب تو کتابوں میں کثرت سے لکھے ہوئے ہیں لیکن آداب کا درجہ واجبات کے بعد ہے۔ اس تحریر میں ہماری واجبات میں سستی اور شرعی اوامر و نواہی میں کوتاہی کو بیان کرنا ہے جو اس مقام کی عظمت شان کی وجہ سے مضاعف ہو کر وبال بنتی ہے اور دوسرے یہاں کی شایان شان طرز زندگی کو اور اس کے مقابلے میں اپنے حال کو بیان کرنا ہے۔

مدینہ پاک میں مستقل قیام کا شوق اور قیام کا مقصد

ایمان و عشق کے تقاضے کی بنا پر ہر ایماندار کی یہاں قیام کرنے کی کوشش رہی ہے۔ بزرگوں نے یہاں کے فضائل اور اپنی تڑپ اور آرزو کے اظہار کے لئے بہت پُر درد اشعار کہے لیکن بہت سوں نے قیام کی جرأت نہیں کی اسی لئے مدینہ پاک کی آبادی پہلے زمانوں میں کم رہی ہے اور اب بڑھ رہی ہے جو آ گئے تھے ان میں سے بہت سوں سے پورا حق ادا نہیں ہو سکا۔

جس شہر کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنے کیلئے پسند کیا اور تجویز کیا ہو، جہاں وہ مواقع ہوں جو وحی کے نزول کیساتھ آباد ہوگئے ہوں، قرآن پاک ان میں نازل ہوتا رہا ہو، حضرت جبریلؑ، حضرت میکائیلؑ بار

بار اس شہر میں حاضر ہوتے رہتے ہوں، جسکی پاک مٹی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر پھیلی ہوئی ہو، اللہ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اور اللہ کا دین وہاں سے کثیر مقدار میں جاری ہوا ہو وہاں برکات و فضائل کے مشاہد ہوں، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے پھرنے کے مقامات ہوں، وہاں کی نمازوں کا ثواب دوسری جگہوں سے ہزاروں گنے زیادہ ہو وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر سلام عرض کرنا نصیب ہو اور وہاں کے درود شریف کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنفس نفیس خود سننا ثابت ہو اور آخری نعمت و شرافت یہاں کی موت ہے جو کہ مستقل قیام کرنے والوں کو اکثر نصیب ہو جاتی ہے ایسی جگہ قیام کرنے کی تمنا کس کو نہیں ہوتی ہے

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است

اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

اس وجہ سے بندہ کو بھی یہاں کے قیام کی آرزو تھی اور یہاں کی حاضری سے سترہ سال قبل اسی نیت سے پاسپورٹ بنوایا تھا لیکن سفر کی توفیق بارہ سال کے بعد نصیب ہوئی۔ یہاں آکر ہم لوگ بہت خوش اور مطمئن ہیں کیونکہ ساری دنیا کے لوگ ہم کو خوش قسمت سمجھتے ہیں، ہماری خوب عزت ہوتی ہے اس مقام کی عزت و ادب اور عشق کی وجہ سے کوئی ہمیں تنبیہ کرنے کی جرأت نہیں کرتا ہماری نازیبا حرکات پر سب چشم پوشی کرتے ہیں لیکن ہمیں تو اپنا حال بیان کرنے میں کوئی ادب مانع نہیں۔ بلکہ ادب و عظمت ہی کی وجہ سے مجھے اپنا محاسبہ

کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے اور ناظرین کے لئے عبرت کا سبب بنائے اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے۔

اپنے آقا و مرشد پاک دامت مجدہم سے قیام کی اجازت اور اکابر کا مشورہ

بندہ پاکستان میں محکمہ ٹیلیفون میں ملازم تھا۔ ماہ مبارک ۱۳۸۳ھ میں جبکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت مجدہم پندرہ روز کے لئے رائپور تشریف لے گئے تھے تو بندہ نے ان سے اپنے سعودی عرب میں قیام کے متعلق اجازت طلب کی۔ اسوقت حضرت کے پیش نظر یہ بھی تھا کہ بندہ چونکہ جناب ارشد صاحب مرحوم سابق چیف انجنیئر فون جدہ کے ساتھ تین سال کے لئے جارہا ہے وہاں اسی محکمہ میں ملازمت کی صورت بھی ہو جائے گی۔

حضرت نے فرمایا ضرور چلے جاؤ، حج و زیارت بھی ہو جائے گی اور فی الحال وہاں کچھ قیام بھی ہو جائے گا، بہت مبارک ہے، اجازت ہے۔ تمہاری اہلیہ بھی مجھ سے پوچھ چکی ہے اسکو بھی اجازت دے چکا ہوں لیکن دیکھو حضرت رائپوری سے ضرور ذکر کر دینا۔ چنانچہ بندہ نے دوسرے روز حضرت رائپوری سے عرض کیا کہ کیا میں سعودی عرب چلا جاؤں؟ حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ علی میاں صاحب وہاں کے حالات سے واقف ہیں ذرا ان سے پوچھ لو۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب جو بندہ کے مشفق استاذ بھی ہیں وہاں موجود تھے ان سے جب پوچھا تو ان کے جواب سے بندہ حیران رہ گیا۔ فرمایا اگر

تم وہاں جاکر اپنے دین کو بچا سکتے ہو تو چلے جاؤ "

اس کے بعد مولانا محمود صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند جو وہاں موجود تھے ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے پوچھا تمہیں پاکستان میں کیا تکلیف ہے اور کیا مجبوری ہے؟ وہاں جانے کی کوئی غرض بھی ہے یا محض شوق ہے؟ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں میرے قیام کرنے سے متفق نہ تھے۔ جب عرض کیا کہ جدہ میں رہنا ہوگا تو فرمایا پھر کچھ حرج نہیں، چلے جاؤ۔ خیر بندہ نے تو یہ سمجھا کہ حضرت مرشدی نے تو اجازت فرمادی اور دوسرے حضرات سے تنبیہ بھی کروادی۔ اگر حضرت کی زبان مبارک سے انکار کا اشارہ بھی ہوتا تو بندہ ارادہ ہی نہ کرتا، اب بندہ دیگر اکابر کی آراء، فتاوی اور اپنا ذاتی حال عرض کرے گا جس سے آپ حضرات کو روکنا مقصود نہیں بلکہ یہاں کی گرم سرد ہوا کا ذکر کرنا ہے۔ تاکہ اس کے لئے تیار ہو کر آئیں اور جو آچکے ہیں وہ ہوشیار ہو جائیں۔

حرمین شریفین میں اکابر کے قیام کرنے کی جرأت نہ کرنے کی وجوہات

یہاں کے فضائل کے پیش نظر کون ہوگا جس کو یہاں کا قیام مرغوب نہ ہو لیکن اس کے باوجود بڑے بڑے اکابر وہاں کے قیام کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کا قیام صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور اس پر فتویٰ ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وہاں کے قیام کو مکروہ فرماتے تھے اور ایک بڑی جماعت کا محتاط لوگوں میں سے یہی مذہب ہے مبادا وہاں رہ کر آدمی کو وہاں سے کوئی اور ملال پیدا ہو یا اس کے احترام میں کسی قسم

کا گناہ صادر ہو جائے کہ جیسا وہاں نیکیوں کا ثواب کہیں زیادہ ہے ایسے ہی وہاں رہ کر گناہوں کا وبال بھی بہت سخت ہے لیکن اللہ کے وہ مخلص بندے جو گناہوں سے محترز ہوں ان کے لئے افضلیت میں کیا کلام ہے لیکن وہ اتنی قلیل مقدار میں ہیں کہ ان پر حکم لگانا بھی ایسا ہے جیسا عام مخلوق میں بادشاہ، لیکن پارسائی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کا اعتبار نہیں کہ دیسے تو ہر شخص اپنے کو یہی کہتا ہے کہ میں وہاں رہنے کی شرائط پوری کر سکتا ہوں، دعویٰ بہت سہل ہے ؎

بہت مشکل ہے بچنا بادہ گلگوں سے خلوت میں

بہت آسان ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ نے اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات کے لحاظ سے کراہت اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اگر وہ ان حالات کو دیکھتے جن کو ہم اپنے زمانہ میں دیکھتے ہیں تو وہاں کے قیام کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے۔ یہ ملا علی قاریؒ مشاہیر علماء میں ہیں۔ ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی ہے جب یہ اپنے زمانہ کا یہ حال فرما رہے ہیں تو آج چودھویں صدی کے اواخر میں جو حال ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جن محتاط علماء نے مکہ مکرمہ کے قیام کو مکروہ فرمایا ہے اس کی تین وجوہات ہیں۔

اوّل یہ کہ ایسا نہ ہو کہ وہاں کے قیام سے وہ ذوق شوق اور تڑپ و بے قراری جو کعبہ شریف کے ساتھ ہونا چاہیئے وہ کم ہو جائے، دوسرے یہ کہ اس سے روانگی کے وقت جو فراق کی تڑپ اور دوبارہ لوٹنے کا جذبہ پیدا ہوگا وہ وہاں رہنے میں حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ تو کسی دوسرے شہر میں رہے

اور تیرا دل مکہ مکرمہ میں اٹکا رہے' یہ بہتر ہے اس سے کہ تو مکہ میں رہے اور تیرے دل میں کسی دوسری جگہ کا داعیہ پیش آئے اور بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا ہے کہ بہت سے لوگ خراساں میں رہنے والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے ان لوگوں سے قریب ہیں جو طواف کر رہے ہوں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مبادا وہاں رہ کر کوئی گناہ صادر ہو جائے کہ یہ سخت خطرناک ہے۔ اللہ جل شانہ' کے غصہ کا موجب ہے۔

معلم الحجاج میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کسی شہر میں صرف ارادہ کرنے پر عمل کرنے سے پہلے مواخذہ نہیں ہوتا۔ لیکن مکہ مکرمہ میں ارادہ پر بھی مواخذہ ہوتا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ؎۔

ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم۔

"یعنی جو شخص اسمیں (مکہ میں) کجروی کرنے کا ارادہ کرے شرارت سے تو ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے۔"

اس لئے مکہ مکرمہ کا قیام گو برکات و تضاعف حسنات کا سبب ہے لیکن جب ایسے بڑے لوگ اس کے آداب کی رعایت سے گھبراتے تھے تو ہم جیسوں کا کہنا ہی کیا ہے۔ جو شخص وہاں رہ کر پورا احترام کر سکتا ہے اس کے لئے بلانزاع قیام مکہ افضل ہے مگر اس زمانے میں بہت مشکل ہے۔ اور مدینہ منورہ میں گو تضاعف سیئات کا خوف نہیں لیکن قلت ادب کا خوف ہے (جو نتیجۃ تضاعف سیئات سے بھی بڑھ کر ہے) ایسی صورت میں مدینہ پاک کا قیام مکروہ ہے البتہ ادب و احترام کا خیال رکھتے ہوئے مدینہ منورہ کا قیام اور وہاں مرنا بڑی ہی

سعادت اور وسیلہ شفاعت و نجات ہے۔

قیام کرنے والوں کی اقسام

مقیمین میں ایک طبقہ تو ایسا ہے جو محض شوق کی بنا پر یہاں آکر مقیم ہو گیا ان کے ذہن میں کوئی مقصد اور موضوع نہیں تھا نہ اب کچھ سوچنے کے لئے تیار ہیں دوسرا طبقہ سرکاری ملازمین، ڈاکٹر، انجنیئر صاحبان کا ہے جو عارضی طور پر بغرض ملازمت آئے ہوئے ہیں اور یہاں آنے کی کوشش کرنے میں ملازمت کے علاوہ ان کے کچھ دینی جذبات بھی تھے ان سے اپنے ملکی ہونے کی وجہ سے ہمارے ساتھ خصوصی تعلقات ہیں اور انکا حق ہے کہ ان کی خدمت میں بھی کچھ مفید باتیں عرض کر دی جاویں۔ گو تحریر کا اصل مقصد خود اپنا محاسبہ کرنا ہے جو کہ مفصل طور پر آگے ہوگا۔

بندہ کے خیال میں ڈاکٹر انجنیئر صاحبان کو یہاں آکر دینی نفع ہوا ہے، اپنے ملکوں میں وہ جس ماحول سے عام طور پر تعلق رکھتے ہیں وہ دینداری کا ماحول نہ تھا اس لئے اکثر وہاں نماز کے بھی پابند نہ تھے۔ یہاں چونکہ نماز روزے کا عمومی ماحول ہے اس لئے وہ نمازی ہو گئے۔ ہر سال حج و زیارات کرنا آسان ہے اس سے بھی ایک دینی بیداری پیدا ہوتی ہے۔ زنا، شراب، بڑے بڑے گناہ کھلے طور پر یہاں نہیں ہوتے اس لئے ان کے اثرات سے بھی حفاظت ہے عقائد کے لحاظ سے شرک و بدعت سے یہاں عام طور پر نفرت ہے اس طرح ان کے عقائد و عبادات میں خاص اصلاح و ترقی ہوئی۔

ان کی معاشرت جس قسم کی اپنے ملکوں میں تھی وہی یہاں بھی ہے اس لئے یہاں کی اونچی معاشرت سے انکو کوئی جدید نقصان نہیں ہوا۔

البتہ دین کے دوسرے شعبے اخلاق و معاملات میں اس طبقہ کو بہت نقصان ہو رہا ہے جس کے اثرات ایمان تک پہنچتے ہیں۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ الا ماشاء اللہ یہ حضرات اپنے فرائض کی ادائیگی میں خلوص و ہمدردی اور دیانت کا مظاہرہ نہیں کرتے اور مقامی حضرات کی واقعی اور غیر واقعی کمزوریوں کی بنا پر ان سے نفرت حقارت کے جذبات رکھتے ہیں ان کی بدگوئی غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو علوم و فنون میں اپنا محتاج سمجھ کر اپنے کو ان سے بڑھکر یا کم ازکم مساویانہ سلوک کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اس سبب کی وجہ یہ ہے کہ ملازمین کو جب یہاں کے عوام اور افسران سے معاملات پڑتے ہیں اور مال و جاہ کے بارے میں جذبات کا ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے اور بعض وقت ملکی اور غیر ملکی کے معاملہ میں مساوات نہیں ہوتی تو قدرتی طور پر وہی جذبات پیدا ہوتے ہیں جو کہ مندرجہ بالا حالات میں اپنے ملک میں پیدا ہوتے اور ہم ان سے وہی معاملہ کرتے ہیں جو کسی دوسری جگہ کے لوگوں سے کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان حضرات کو جو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے وہ احترام و عزت کے قابل ہیں وہ بہت زیادہ لحاظ اور چشم پوشی کے مستحق ہیں کیونکہ وہ ہمارے محسنوں کی اولاد ہیں ان کے آباؤ اجداد نے بڑی بڑی قربانیاں دیکر اسلام پھیلایا جس کے نتیجہ میں ہمارے آباؤ اجداد مسلمان ہوئے اور اسباب ظاہرہ کے اعتبار سے ہم کو ان کی وجہ سے دولت اسلام ملی ورنہ ہم بھی کسی مندر میں بت پوج رہے ہوتے اور

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخی ہوتے۔ آج ان کے حالات خراب ہیں تو ہم نے ان کی اصلاح کے لئے اور اپنے محسنوں کی اولاد کی خدمت کے لئے کب کوئی کوشش کی تھی۔ اب آئے ہیں تو پیسہ کمانے کی خاطر۔ دوسرے ہم کو اپنی پوزیشن بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم یہاں کی بڑی تنخواہوں کی وجہ سے نوکری اور خدمت کرنے کے لئے آئے ہیں اور یہ لوگ ہمارے عام ڈاکٹر انجینئر کو جو دیتے ہیں وہ ہمارے ہاں کے وزراء کو بھی نہیں ملتا۔

جہاں تک مساوات کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ ہمارے آنے والوں میں اکثریت نوجوان طبقہ کی ہے۔ انہوں نے اپنے ملکوں میں انگریزی دور حکومت کو نہیں دیکھا یا کم از کم اس دور میں نوکری کرنے کی نوبت نہیں آئی ورنہ یہاں کے لوگ ان کی نسبت فرشتے معلوم ہوتے ہیں۔ انگریز نے پہلے چاپلوسی کر، فریب سے اور پھر تشدد و ظلم سے ہمارے ملک پر قبضہ کیا مسلمانوں کی حکومت کو ختم کیا، ملک کو لوٹا، آخر تک دین کو مٹانے کی کوشش کی۔ وہ غاصب و ظالم تھے ان کے ساتھ دشمنی ایمان کا تقاضا تھی ان کی فرمانبرداری نفاق تھی اس سب کے باوجود ہم ان کی تہ دل سے عزت کرتے تھے ان کی زبان، ان کے لباس ان کی معاشرت کی عظمت ابھی تک ہمارے دلوں میں رچی ہوئی ہے۔

بندہ نے اپنے محکمہ ٹیلیفون میں ایک افسر کو دیکھا جو کہ اپنے کمرہ بیٹھا ہوا ہوتا کسی انگریزی افسر کا فون آتا تو کرسی سے کھڑے ہو کر بات کرتا۔ ان کی قوم کا معمولی آدمی جتنی تنخواہ لیتا تھا وہ ہندوستانی بڑے افسران کی بھی نہ

ہوتی تھی غرضیکہ بالکل آقا و غلام کا معاملہ تھا۔ اس کے برعکس یہاں کا حکمران طبقہ تو جائز طور پر یہاں کا مالک ہے، ہم لوگ ان کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں اس سب کے باوجود اگر کوئی بھائی یہاں کی بے انصافی اور ظلم سے بہت ہی تنگ ہو اور اسکو نوکری چھوڑ کر اپنے ملک واپس جانا پڑ جائے تو اس کو بہت ہی تکلیف ہوگی جس کا تجربہ ہو چکا ہے، وہ یہاں رہنے کی ہر ممکن کوشش کریگا لیکن اپنا رویہ بدلنے پر تیار نہیں۔ ان میں جو حضرات دینی منافع کی وجہ سے یہاں کو چھوڑنا نہیں چاہتے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے کو حق پر سمجھتے ہوئے اپنے جذبات کے خلاف اپنے ایمان کی خاطر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعوی کے تقاضا کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادات پر بھی غور فرمالیں

(ماخوذ از عربی کی فضیلت)

• حدیث پاک میں ہے کہ اگر کوئی ترک مخاصمت کرے اور اپنا حق دوسروں پر اللہ کے لئے چھوڑ دے تو حق تعالیٰ قیامت کے دن (اس کے بدلہ میں) جنت میں ایک مکان عطا فرمائیں گے۔

• حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں ہیں ان کے خصوصی فضائل بہت کثرت سے روایات میں ہیں اس کے باوجود مشکوٰۃ شریف میں ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھ سے بغض نہ کیجیئو اپنے دین کو کھو بیٹھے گا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ سے کیسے بغض کر سکتا ہوں، آپ سے تو مجھے ہدایت نصیب ہوئی"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ اگر عرب سے بغض کرنے لگے تو یہ مجھ سے بغض ہوگا مُلا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ جب عرب والوں سے عموماً بغض ہوگا تو ان کے ضمن میں مجھ سے بھی بغض ہو جائے گا۔ یا یہ کہ جب جنس عرب سے بغض کرنے لگے تو یہ آخر میں مجھ سے بغض تک بھی پہنچ جائے گا۔ نعوذ باللہ تعالیٰ۔

حاصل یہ کہ عرب سے بغض رکھنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغض تک منجرا ہو سکتا ہے۔

بندہ (حضرت شیخ الحدیث صاحب) کا خیال ہے کہ ممکن ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت سلمانؓ کا کوئی فقرہ عرب کے متعلق پہنچا ہو یا یہ کہ وہاں تو سب عرب تھے عجمی صرف حضرت سلمان فارسیؓ ہی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہاً ان کو فرمایا کہ ملکی اختلافات میں بسا اوقات اپنے ملک کی تعریف ہو جاتی ہے جو دوسرے ملک کی اہانت کا باعث ہوتی جیسے ہمارے زمانے میں بھی بسا اوقات حجاج کے منہ سے اپنے اپنے ملک کی تعریف میں ایسے فقرے نکل جاتے ہیں کہ جن سے عرب کی توہین نکلتی ہے اس سے بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو عرب والوں کو دھوکہ دے وہ میری شفاعت نہیں پا سکے گا۔ اور اسکو میری محبت بھی نہیں پہنچے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ عرب سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان کا بغض نفاق ہے اور ایک روایت میں ہے کہ عرب سے بغض رکھنا کفر ہے۔

لہذا جو عرب والوں سے محبت رکھے اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جو

عرب والوں سے بغض رکھے اس نے گویا مجھ سے بغض رکھا
مرقاۃ ص ۲۶۰ ج ۱، ذ بحوالہ عربی کی فضیلت

حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے حضرت سلمان کی خصوصیت اس وجہ سے ہو کہ ان کے فضائل بہت کثرت سے ہیں جب فضائل کثیرہ کے باوجود یہ ارشاد فرمایا گیا ہے تو ان کے علاوہ اور عجمی لوگوں کے لئے تنبیہ ہو جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ شیطان اس قسم کی چیزیں پیدا کرے گا۔

حدیث پاک میں ہے کہ جس نے عربوں سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے عرب سے بغض کیا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض کیا۔

اس میں شک نہیں کہ معاملات پڑنے پر ناگوار حالات پیش آتے ہیں، لیکن جب ایمان ہے تو اس کے لئے بقدر عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی لازم ہے جس کا تقاضا ہے کہ ہم مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں اپنی طبیعت کے خلاف بھی ان حضرات سے محبت و احترام کا معاملہ کریں خصوصاً حرمین شریفین کے رہنے والوں سے خصوصی حسن سلوک و احترام کا برتاؤ ہونا چاہیے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب فضائل حج میں تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ وہاں کے رہنے والوں کا اکرام کرو اگر ان میں سے بعض کے متعلق کوئی ایسی بات کہی گئی ہے یعنی کوئی نامناسب حرکت معلوم بھی ہو تب بھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہونے کے شرف سے

بہرہ اندوز ہیں ہی اور اس اجلّ محبوب کے پڑوسی ہونے کا فخر تو ان کو ہے ہی اور اگر ان کی کوئی برائی بھی ہو جائے تب بھی پڑوسی ہونے کا تمغہ تو ان سے سلب نہیں ہو گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک کہ جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں بار بار وصیت کرتے رہے، ہر پڑوسی کو شامل ہے اسمیں اچھے بُرے کی تخصیص نہیں، وہ ہر متقی اور غیر متقی کو شامل ہے اور اگر کوئی شخص کوئی شخص ان میں سے کسی کے متعلق حضور کا اتباع چھوڑنے کا الزام دے اور یہ بات اس میں ثابت بھی ہو جائے تب بھی پڑوسی ہونے کی وجہ سے جو اکرام اس کا ہے اس میں کمی نہ کی جائے کہ وہ اس بات کی وجہ سے پڑوسی ہونے کے حق سے محروم نہیں ہو سکتا بلکہ اللہ کی ذات سے قوی اُمید ہے کہ اسکو مرنے سے پہلے پہلے رجوع کی توفیق عطا ہو گی اور انشاء اللہ خاتمہ بالخیر ہو گا۔

فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم

الی القلب من اجل الحبیب حبیب

"اے طیبہ کے رہنے والو تم سب کے سب میرے دل کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے محبوب ہو"

اس کے بعد بہت سے اشعار انہوں نے مدنی حضرات کے بارہ میں لکھے حضرت امام مالکؒ جب امیر المؤمنین مہدی کے پاس تشریف لے گئے تو بادشاہ نے درخواست پیش کی کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے۔ حضرت امامؒ نے فرمایا۔

"سب سے اوّل اللہ جل شانہ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرنا، اس کے بعد اہل مدینہ پر مہربانی، کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کے رہنے والے ہیں، حضورؐ کے پڑوسی

ہیں۔ حضورؐ کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے، اسی میں میری قبر ہوگی، اسی میں سے میں قیامت کے دن اٹھوں گا، اس کے رہنے والے میرے پڑوسی ہیں، میری امت کے ذمہ ضروری ہے کہ ان کی نگہبانی کریں، جو میری وجہ سے ان کی خیر گیری کرے گا میں اس کے لئے قیامت میں شفیع یا گواہ بنوں گا۔ اور جو میرے پڑوسیوں کے بارے میں میری وصیّت کی رعایت نہ کرے حق تعالیٰ اس کو طینۃ الخبال پلائے"۔

دوسری حدیث میں ہے کہ طینۃ الخبال جہنمی لوگوں کا نچوڑ، یعنی پسینہ، لہو، پیپ وغیرہ ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو کوئی بھی مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے ساتھ مکر کرے گا وہ ایسا گھل جائیگا جیسا پانی میں نمک گھل جاتا ہے"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مدینہ والوں کو ڈراتا ہے وہ اس چیز کو ڈراتا ہے جو میرے پہلو کے درمیان ہے (یعنی میرے دل کو)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مدینہ والوں کو تکلیف دے گا اُس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام دنیا کے آدمیوں کی لعنت۔ نہ اسکا فریضہ قبول نہ نفل۔

بندہ کا ایک تجربہ

ہمارے ملک میں عمومی دینداری تو نہیں تھی لیکن اپنے مخصوص حلقہ میں بحمدہٖ

معیاری اور مکمل دینداری تھی۔ یہاں آکر بالعموم سطحی دینداری اور عام آزادی دیکھ کر طبیعت متاثر ہوئی، اس کے ساتھ بعض انتظامی امور میں معاملہ پڑنے پر یہاں والوں سے دل میں کچھ کدورت ہوگئی۔ اس دوران میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب "فیوض الحرمین" میں پڑھا جس کے بعینہ الفاظ تو اسوقت یاد نہیں مطلب یہ تھا کہ اہل مدینہ کی کدورت کے ساتھ جب مواجہہ شریفہ پر حاضری ہوتی ہے تو حاضر ہونے والے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس کدورت کی تلخی ٹپکتی ہے جس کی وجہ سے وہاں سے کچھ فیض حاصل نہیں ہوتا بندہ کو یہ پڑھ کر تنبیہ ہوا اور اپنے فاسد خیالات پر خاک ڈال کر دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور اہل مدینہ کے لئے استغفار و دعائیں کیں پھر مواجہہ شریف پر حاضری دی تو عجیب خصوصی توجہ محسوس ہوئی۔ اُمید ہے دوست بھی اس پر عمل کرکے فائدہ اٹھائیں گے۔

حصول فضائل کے لئے مجاورت اختیار کرنے والے

آنے والوں میں بہت سے حضرات جن میں یہ بندہ خستہ و خراب بھی ہے ایسے ہیں جو اپنی ملازمتیں، کاروبار اور بعض خدمات دینیہ چھوڑ کر اور اپنا وطن، رشتہ داروں کو چھوڑ کر کوئی خاص مقصد لے کر آئے تھے اور ان کے آنے کا کوئی موضوع تھا ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم کو ارشاد گرامی ا۔ "حاسبوا قبل ان تحاسبوا" پر عمل کرتے ہوئے اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ چاروں طرف سے ہماری عزت ہوتی ہے لوگ ہمارے قیام پر

رشک کرتے ہیں۔ ہمیں خوش قسمت سمجھتے ہیں، مگر دنیا ظاہر ہے اور آخرت میں باطن ظاہر ہوگا۔ اسوقت سوائے ندامت کے کچھ نہ ہو سکے گا اس لئے ہمکو اپنی حالت پر ابھی سے غور کرنا چاہئے کہ ہم اپنے موضوع پر قائم رہ کر ترقی کر رہے ہیں یا اُلٹے جا رہے ہیں۔ اور بجائے قرب کے بُعد ہو رہا ہے؟

سب سے پہلے یہاں آنے کے مقصد کو یاد کرنا چاہیئے کہ ہم لوگ یہاں کسی دنیاوی مجبوری یا لالچ سے نہیں آئے تھے بلکہ ہم لوگ یہاں کی محبت کی بنا پر اور یہاں کے فضائل حاصل کرنے کی خاطر آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا اور یہاں کے فضائل کوئی مادی چیز نہیں ہے جیسے کہ مال و دولت جو جس طرح بھی آجائے قانون کے مطابق ہو یا خلاف، جس طرح بھی مال پر قابو پایا جائے وہ اُسے حاصل کر سکتا ہے لیکن اللہ کی رضا و قرب اور یہاں کے فضائل تو اللہ کی رضا کے مطابق رہنے ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور رضا کی میزان شریعت ہے اسی سے یہاں قیام کا شرعی درجہ، قیام کی اجازت اور رہنے کا طریقہ معلوم کرنا ہوگا۔

قیام کا شرعی درجہ

سارے فضائل جو گذشتہ تحریر میں بیان ہوئے اور ساری ترغیبات کے باوجود یہاں قیام کرنے کا درجہ مستحب سے اوپر کوئی نہیں کہہ سکتا اور وہ بھی جب ہے کہ آنے والا یہاں کی شرائط و آداب بجا لا سکتا ہو ورنہ مکروہ ہے جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

آنے کیلئے شرعی اِجازت

سب سے اوّل ضروری امر آنے کی شرعی اجازت ہے کہ بلا اجازت آنیوالا یا تو نکلایا جاتا ہے یا اس سے بڑھ کر اسکو معنوی طور پر دور کر دیا جاتا ہے اور جو قرب و رضا اسکو وفاداری کی بنا پر اپنے ملک میں حاصل تھی۔ یہاں ایوانِ شاہی کے حقوق و آداب میں قصور کرنے کی بنا پر مجرم قرار دیکر دوری میں پھینک دیا جاتا ہے اور اس دوری کی علامات اپنی زندگی کو رضا کی میزان شریعت میں تولنے سے معلوم ہو سکتی ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔

مثلاً جو والدین کی اجازت کے بغیر آیا ہو، یا بیوی بچوں اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق پامال کر کے قطع رحمی کا کبیرہ گناہ کر کے یہاں رہتا ہو، یا دینی خدمات جو اپنے ملک میں اس سے متعلق تھیں ان کو ضائع کر کے یہاں آیا ہو، حاصل شدہ اسباب رزق اور عافیت کو ترک کیا ہو جبکہ خود کمزور طبیعت یا ضعفاء کا ساتھ ہو۔ اپنے دینی اصلاح و ترقی کے اسباب تعلیم و تربیت جو وہاں حاصل تھی اسکو چھوڑا ہو تو ایک ایک مشروط مستحب کی خاطر امور بالا کی پرواہ نہ کر کے جو آیا ہو اس کو آنے کی شرعی اجازت نہیں ہے اس کا آنا یا تو جاہلانہ محبت ہے یا نفسانی خواہش اور حُبِ جاہ ہے۔

جیسا مساجد میں جمعہ کے روز عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ پہلی صف میں نماز پڑھنے کے فضائل کی بنا پر بعض شوقین گھر سے تو بہت دیر میں مسجد بھر جانے کے بعد آتے ہیں پھر لوگوں کی گردنوں کو پھاندتے ہوئے نمازیوں کے آگے سے گذرتے

ہوئے جگہ ہو نہ ہو پہلے سے بیٹھے ہوؤں میں گھس جاتے ہیں، بزرگ لوگ تو صبر کرتے ہیں لیکن بندہ اپنی بد خلقی کا مظاہرہ کیا کرتا ہے، اکثر پوچھ لیا کرتا ہے کہ یہاں کیا لڈو بٹتے ہیں جو اس طرح آنے سے مل جاویں گے، اگر ثواب کا شوق تھا تو پہلے سے آتے، حرام امور کا ارتکاب کر کے ثواب زبردستی لوگے؟

یہی ایذاء مسلم کا منظر کعبہ شریف میں داخلہ کے وقت ہوتا ہے۔

ان حالات کو دیکھ کر یہ مقولہ سچ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں نے تبرک سمجھ کر فلاں بزرگ کی چوری کرلی۔ ایک دفعہ عرفات میں حضرت شیخ الحدیث نے اپنے خیمہ میں اعلان کیا کہ یہاں پر جو لوگ اس معلم کے آدمی نہ ہوں وہ یہاں کا کھانا کھائیں حرام ہوگا مگر بندہ نے دیکھا کہ محض تبرک کے شوق میں ایک صاحب نے دو لقمے یہ کہہ کر کھا لیے کہ تبرک ضرور کھانا ہے۔ یہ سب خلاف شرع جہالت کے جذبات ہیں۔

یہاں قیام کے بعد جن اُمور سے سابقہ پڑتا ہے

اوّل بچوں کی تعلیم و تربیت میں مشکل پڑتی ہے کیونکہ غیر ملکیوں کے لئے ان کے مناسب نہ تو یہاں دنیاوی تعلیم کا کوئی انتظام ہے نہ ہی ہمارے مسلک کے مطابق معیاری دینی تعلیم کا انتظام ہے۔ لڑکیوں کے رشتہ کا مسئلہ معاشرہ کے اختلاف اور اجنبیت کی وجہ سے اور بھی مشکل ہے۔ قانونی طور پر آزادانہ کسب کرنے کا موقع نہیں اس کے لئے قانون اور حکومت سے جھوٹ اور دھوکہ کرنا پڑتا ہے یا جان بوجھ کر اپنے کو عجز اور مجبوری کی حالت میں ڈالنا پڑتا

ہے اور اس عجز کو توکل کا نام دیا جاتا ہے حالانکہ عقیدہ کے لحاظ سے توکل کا درجہ تو سب پر فرض ہے اور توکل کی وجہ سے اسباب کو بھی اختیار نہ کرنا بہت مشکل شرائط کے ساتھ انفرادی حیثیت والے قوی کو جائز لیکن متاہل وضعیف اور نااہل کے لئے ناجائز ہے اور خود عاجز بن جانا پسندیدہ نہیں کہ عجز وکسل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنا سکھایا ہے۔

یہاں کا ادب جو نفع حاصل کرنے کی شرط اعظم ہے وہ چند روز میں ختم ہو جاتا ہے کہ پہلے تو پاکستان میں رہتے ہوئے یہاں کی مٹی کو بھی سُرمہ بنایا جاتا تھا

ے خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسول کا سرمہ لگائیں ہم

مدینہ پاک کی ہر الگی چیز کو چوما جاتا تھا یہاں آکر اشرف المخلوقات انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم پڑوسی ہی اچھے نہیں لگتے کیونکہ ساتھ رہنے کی وجہ سے ان سے معاملات پڑتے ہیں اور وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں فرشتے نہیں، ان سے لڑائی، بغض، حسد، نفرت سبھی کچھ وہی پیش آتا ہے جو معاملات پڑنے سے اپنے وطن کے لوگوں سے پیش آتا تھا کیونکہ درگذر کرنے، ایثار کرنے، صبر کرنے کی اہلیت اور ملکہ تو ہے نہیں، جو عارضی عظمت و محبت دور سے تھی وہ اپنے مفاد کے ٹکراؤ سے ختم ہو جاتی ہے کیونکہ جب ہم لوگ اپنی باطنی و ظاہری اخلاق کی اصلاح کروا کر نہیں آئے تو وہی اعمال صادر ہونے ہیں جو وہاں ہوتے تھے صرف فرق اتنا ہے کہ وہاں ایک گناہ ایک شمار ہوتا تھا یہاں مکہ مکرمہ میں لاکھوں گنا بڑھ کر اور مدینہ پاک کی بے ادبی تو بہت ہی خطرناک ہے۔

جب غیبت کی عادت ہے جو کہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے تو وہ عادت کے مطابق یہاں بھی ہوگی لیکن اپنے وطن میں غیبت کرنے سے جتنا گناہ اور خدا ورسول کا بُعد ہوگا وہ یہاں بیت اللہ شریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر زیادہ بُعد اور دُوری اور وبال کا باعث ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ سے باہر ستر لغزشیں مکہ کی ایک لغزش سے بہتر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کئی مضمون اس کے ہم معنی ذکر کیئے گئے ہیں اور اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ارشاد ہے۔

(فضائل حج)

ہم میں کون دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں ظاہری اور باطنی گناہ نہ کروں گا اور مدینہ پاک کے آداب اور حقوق العباد ادا کرسکوں گا۔

ہمارے حاجی لوگ ہزاروں خرچ کرکے ساری عمر میں صرف دس روز کیلئے زیارت کو حاضر ہوتے ہیں اور سینکڑوں آرزوؤں اور کوششوں کے بعد حاضری ہوتی ہے۔ قدرتی طور پر ایسی حالت میں ادب واحترام کے جذبات اپنے کمال پر ہوتے ہیں لیکن عام مشاہدہ ہے کہ آتے ہی معمولی باتوں پر مزدوروں، دکانداروں اور دیگر اہل حرم سے لڑائی جھگڑا دھوکہ وغیرہ شروع کر دیتے ہیں۔

ادھر ہم لوگ جو یہاں مقیم ہوگئے ہیں وہ حجاج کرام مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لوٹنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں کہ اگر کسی کے گھر کوئی کمرہ خالی ہو تو اس کا زیادہ سے زیادہ کرایہ وصول کرنے کی کوشش ہوتی ہے بلکہ اس کا انتظار کیا جاتا ہے کہ زیادہ رش کے وقت مکان کو کرایہ پر دیا جائے کہ جب کہیں جگہ

نہ ملے گی تو مجبوراً حاجی کو منہ مانگے دام دینے پڑیں گے اس مشکل وقت کے انتظار میں چاہے کمرہ خالی پڑا رہے۔

کسی ذلیل سے ذلیل آدمی کی غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ اپنے مہمان سے کرایہ وصول کرے چہ جائیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان سے اس بے دردی کیساتھ وصول کرے۔ اس قسم کی باتیں ایسی عام ہوگئی ہیں کہ ان کی برائی کا احساس بھی نہیں رہا بلکہ اس کو ایک شریفانہ پیشہ اور حجاج کی خدمت سمجھا جاتا ہے یہاں پر کرایہ وصول کرے اور حجاج کے ہاتھ چیزوں کو گراں بیچنے کا شرعی جواز و عدم جواز کا ذکر نہیں بلکہ یہ عرض کرنا ہے کہ یہ اس اخلاق وعشق کے تقاضہ کے خلاف ہے جس کی بنا پر یہاں قیام اختیار کیا تھا۔

اب اپنے علم وعمل میں ترقی کا حال سنیے۔ یہاں رہنے سے محض یہاں کی برکت سے کسی کو خود بخود علم آگیا ہو، ایسا کوئی آدمی بندہ نے نہیں دیکھا بلکہ علم حاصل کرنے کیلئے باہر ہی جانا پڑتا ہے اور دینی مسائل اور خصوصاً فقہ حنفی کے مطابق مسئلہ حاصل کرنے کے لئے باہر ہی رجوع کرنا پڑتا ہے، باقی رہا عمل جس کے ظاہر کی بنیاد تو علم پر ہے اور باطن کی روح اصلاح اخلاق اور تعلق باللہ سے ہے اس بات کو حاصل کرنے کے لئے مشائخ کی صحبت کی ضرورت ہے تو آج کل اس مقصد کے لئے بھی باہر ہی جانا پڑتا ہے۔ چنانچہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر قبروں کی مجاورت سے مقصود حاصل ہوجاتا تو سارا جہان اس بات کو حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ ہی کو چلا جاتا اور تربیت وارشاد کا سلسلہ بالکل لغو اور بے فائدہ ہو جاتا۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ قبروں سے تربیت واصلاح اور نسبت

کا حصول نہیں ہوتا البتہ حاصل شدہ نسبت میں قوت آتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی صاحب نسبت استفادہ کے دیگر شرائط کے ساتھ یہاں مشغول رہے تو بلاشبہ حاصل شدہ نسبت میں بہت ترقی ہوسکتی ہے مگر ہر عامی آدمی تو اس طرح فائدہ حاصل نہیں کرسکتا چنانچہ یہاں عرصہ سے رہنے والے اور حرمین میں جم کر عبادت کرنے والے یا جھاڑو وغیرہ کی حالی خدمات بجالانے والے اگر جہالت بدعات و شرک میں پہلے مبتلا تھے تو اب بھی اسی طرح کے ہیں بلکہ بعض تو اور بھی سخت ہوگئے کہ یہاں حرم شریف میں نماز بھی نہیں پڑھتے' اپنی نمازوں کو لوٹا لیتے ہیں' اس طرح نماز جمعہ سے بالکل ہی محروم رہتے ہیں۔

اب ہماری عورتوں کی نماز کا حال سُنیئے، وطن میں ہماری عورتیں شریفانہ طور پر گھروں میں نماز پڑھتی تھیں۔ کبھی کبھار کسی خاص ضرورت سے گھر سے نکلنا ہوتا تھا حالانکہ وہاں بھی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب پانچ سو گنا تھا مگر نماز کیلئے کبھی کسی مسجد میں نہیں گئیں، ہاں کبھی جمعہ کے روز وعظ سننے کی غرض سے کچھ عورتیں مساجد میں الگ باپردہ انتظام کے ساتھ چلی جاتی تھیں' یہاں پر ماحول کا اثر اور ثواب کا شوق ایسا ہوتا ہے کہ پانچوں وقت باقاعدہ بازاروں سے گزر کر حرم شریف جانا ہوتا ہے، پھر وہاں کھلے منہ بیٹھنا ہوتا ہے، حرمین میں عورتوں کے لئے کوئی الگ کمرہ نہیں البتہ کھلے میدان میں کونوں پر جگہ مخصوص ہے وہاں اپنی عورتوں اور بچوں کو لینے مرد بھی آجاتے ہیں، جس کی ماں بہن کو دیکھنا ہو وہاں بے تکلف دیکھا جاسکتا ہے' بچوں کا ساتھ ہوتا ہے جس کی وجہ سے کھانا پینا پیشاب پاخانہ، رونا اور شور و غل خوب ہوتا ہے۔ سارے شہر میں پھرنے والی بے پردہ

عورتیں اور آزاد ملکوں کی آزاد عورتیں جن سے مردوں کی طرح پردہ کرنے کا حکم ہے ان کی صحبت ہوتی ہے ان کے خلافِ شرع فیشنوں اور ان کی معاشرت کا اثر پڑتا ہے ۔ پھر دُنیا بھر کی خبروں پر تبصرہ ، غیبت ، چغلی ، فضول گوئی کا مشغلہ حرم پاک میں ہوتا ہے جس سے مردوں کی مجالس بھی خالی نہیں تو عورتیں کیسے محفوظ رہ سکتی ہیں اچھی خاصی تفریح ہوتی ہے یہ نماز یقیناً نفس کو گھر کی نماز سے افضل معلوم ہوگی ۔ بندہ کا خیال جس کی تائید بہت سے احباب نے کی یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ دوسرے شہروں کی طرح یہاں پر عورتوں کے لئے تفریح گاہ ، لیڈی باغ یا کلب بنادیا جائے تو حرم شریف میں نماز پڑھنے والیاں صرف چوتھائی رہ جائیں ۔

اور جو کوئی نیک عورت ان مندرجات بالا سب خرافات سے کوئی مطلب نہ رکھتی ہو اس کا مقصد محض ثواب اور اللہ کی رضا ہو تو کسی کام میں ثواب و رضا کا سمجھنا کسی کے اپنے خیال پر مبنی نہیں ہے اور کسی کے دل چاہنے پر نہیں ہے ۔ اس کے لئے شریعت سے پوچھنا پڑے گا ورنہ تو ساری ہی بدعات جائز ہو جائیں گی ۔ جو کہ بہت اخلاص سے ثواب ہی کے لئے کی جاتی ہیں ۔ حالانکہ ثواب کے پردہ میں اتباعِ نفس یا جہالت ہوتی ہے ۔ ان مذکورہ خرابیوں کے بغیر عورتوں کی مسجد کی نماز کو شریعت کے نزدیک گھر کی نماز کے افضل ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ اس حرم کی نماز پر گھر کی نماز کی نضیلت حدیث پاک میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح طور پر آچکی ہے ۔ اور حرم کی نماز کا لاکھ گنا ثواب یا ہزار گنا ثواب مردوں کے لئے ہے عورتوں کو نہیں ہوتا بلکہ ان کی گھر کی نماز مسجد والی نماز سے کیفیت کے اعتبار سے افضل ہے ۔ (معلم الحجاج فتاویٰ رحیمیہ وغیرہ)

بندہ نے حرم میں عورتوں کی نماز کے متعلق مفتی مظاہر علوم سے استفتاء کیا انہوں نے مکروہ لکھا اس پر دار العلوم دیوبند کے مفتی اعظم، جامعہ رشیدیہ کے مفتی اور شیخ الحدیث صاحبان کے دستخط ہیں اور حضرت مولانا بنوری صاحبؒ نے تو فتویٰ پر لکھا کہ خواہ حاجات ہوں خواہ مقیمات ہوں، بعض صورتوں میں نماز حرام اور بعض صورتوں میں مکروہ ہوگی۔ (مکمل فتویٰ بندہ کے پاس ہے)

ہماری طرز زندگی اور معاشرت

عبادات کے بعد دین میں معیشت و معاشرت کو بہت اہمیت حاصل ہے اس میں جو بہت سی باتیں ناجائز اور حرام ہیں ان سے یہاں آنے والے عموماً بچتے ہیں اور بہت سی چیزیں فی نفسہٖ مباح ہیں، ان کو اختیار کرنے میں عام طور پر ضابطہ میں شریعت نے کوئی پابندی نہیں لگائی اور اس میں عام سطحی اور عوامی زندگی گذارنے والوں کے لئے کوئی خاص خرابی نہیں لیکن جو لوگ بہت سی قربانیاں کر کے یہاں پر عشق کے جذبہ سے آئے ہیں اور یہاں کے فضائل کے حصول کا شوق رکھتے ہیں، ان کے اخلاق ان کی طرزِ زندگی اور معاشرت و معیشت شرعی جواز والی نہیں بلکہ عظیمت اور اسلامی فرائض والی زندگی کے مطابق ہونا چاہیئے تاکہ وہ اپنے آنے کا مقصد پا سکیں اور اپنے موضوع میں ترقی کر سکیں۔ لہٰذا جو خواص کے طریقوں پر زندگی گذارنا چاہیں ان کو پہلے فضیلت کا اسلامی معیار معلوم ہونا چاہیئے تاکہ وہ اس کے مطابق اپنے مزاج کو بنائیں، مثلاً جو زمینداری، کاشتکاری کرنا چاہیں ان کا لباس، ان کی عادات ان کی قوتِ

برداشت ایک دکاندار سے مختلف ہونی چاہیئے تب ہی کام ہو سکے گا۔

اسی طرح ایک کلرک سرکاری ملازم کا پابندی وقت میں مزاج کاشت والے اور دکاندار سے مختلف ہوگا۔ وہ دکاندار کی طرح جب چاہے دفتر نہیں جا سکتا اور فوج میں کوئی عہدہ لینا ہو تو سول ملازمین سے مختلف فوجی مزاج بنانا پڑے گا۔

اصحاب سعادت وعزیمت کی حالت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے متعلق یہ خطرہ تھا کہ وہ دنیا میں پڑ کر اپنا مقصد نہ بھول جائیں اور دنیا کی عام سطح پر نہ آجائیں کیونکہ دولت اور فراخی عنقریب آنے والی تھی جو تقریر فرمائی اس میں مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا۔

"مجھے تمہارے بارے میں کچھ فکر و افلاس کا کوئی خطرہ نہیں مجھے تو اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں دنیا میں تم کو بھی وہی کشائش نہ ہو جائے جیسی تم سے پہلے لوگوں کو حاصل ہوئی۔ تو تم بھی اسی طرح اس میں حرص و مقابلہ کرو جیسے انہوں نے کیا۔ تو تم کو بھی (وہ کشائش) اسی طرح ہلاک کر دے گی جیسے ان کو ہلاک کیا۔"

(بخاری و مسلم کذا فی کاروان مدینہ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ارشاد فرمایا اپنے آپ کو ناز و نعمت میں پرورش کرنے سے بچتے رہنا کہ اللہ کے نیک بندے ناز و نعمت میں لگنے والے نہیں ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے تھوڑی روزی پر راضی رہے

اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر اپنی وفات تک کبھی جَو کی روٹی بھی لگاتار دو دن پیٹ بھر کر نوش نہیں فرمائی اور فرماتی ہیں کہ یہ جو اَب فراخی آرہی ہے اگر کوئی خیر کی چیز ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خیر کے زمانہ میں زیادہ ہوتی۔ اسوقت تو مہینوں گھر میں چراغ بھی نہ جلتا تھا۔

بزرگی والی اعلیٰ زندگی کی حالت میں حضرت قطب العالم گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جو سعید اور سمجھدار اللہ پاک کی بارگاہ کا قرب چاہتا ہو تو اسکو یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ پاک کی بارگاہ کدورتوں سے بالکل پاک ہے اور انتہائی منزہ ہے گناہوں کی نجاستوں سے آلودہ شخص اس کی بارگاہ کے لائق نہیں۔ وہ اپنے بندوں سے اپنی طاقت اور اپنے اوامر کا امتثال چاہتے ہیں۔ ممنوعات شرعیہ سے منع فرماتے ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں کہ اے ابن آدم میں تیرا لازمی چارہ کار ہوں یعنی میرے سوا تیرا کوئی چارہ کار نہیں، تو اپنے لازمی چارہ کار کو مضبوط پکڑ لے پس اس علم و یقین کے ساتھ طلب و نجات کے لئے کمر ہمت باندھ کر باطن کے تزکیہ و تطہیر میں مشغول ہو جائے۔

اس کے لئے مندرجہ ذیل صفات اپنے اندر پیدا کرے ا۔

اپنے آپ کو کمتر سمجھنا اور اس کی ضد کبر ہے، خلقت کی ایذاؤں کو برداشت کرنا، مخلوق کے حقوق کو اپنے نفس پر ترجیح دینا، یعنی اپنے حظ نفسانی پر مقدم رکھنا سخاوت کرنا، درگذر کرنا، تصنع و تکلف کا چھوڑ دینا، خرچ اس طرح کرنا کہ

نہ تنگی ہو نہ اتنی فراخی کہ احتیاج لاحق ہو جائے اور مقروض ہو جائے۔ توکل کرنا تھوڑی سے دنیا پر قناعت کرنا، عزت وجاہ کا خواہشمند نہ ہونا۔

(ماخوذ از ارشاد الملوک)

مندرجہ بالا صفات والی طرزِ زندگی اختیار کرنے کے لئے ہمیں اپنی معاشرت کو بہت سادہ کرنا پڑے گا، مسافرانہ طور پہ وقت گذارنا ہو گا جیساکہ حکم ہے۔

کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل۔

یعنی دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر یا رہگذر، لمبی امیدیں، لمبی اسکیمیں نہیں بنانا ہوں گی تنعم سے بچنا ہو گا، تھوڑے پر قناعت کرنا ہو گی۔ اب سوال یہ ہے کہ شریعت کی مباح کردہ چیزوں کی چھوڑنے پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے' اور اس سے دینی تباہی کیسے آتی ہے؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں آدمی کی ہلاکت اس کے ماں باپ کے ہاتھ سے وقوع میں آئے گی، اگر کسی کے ماں باپ نہ ہوں تو بیوی کے ہاتھوں آئے گی اگر وہ بھی نہ ہو تو اقرباء رشتہ داروں کے ہاتھ تباہی چھا جائے گی"

صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ہاتھوں تباہی کس طرح ظاہر ہو گی؟

آپؐ نے فرمایا یہ کنبہ والے اور رشتہ دار تنگیٔ معاش پر غیرت دلائیں گے اور وہ غیرت کی وجہ سے حد سے بڑھے گا اور خوشحال بننے کے لئے حرام و معصیت پر دلیر بن جائے گا اور اپنے آپ کو اور اپنے دین کو برباد کر لے گا۔

یہاں پر سینکڑوں افراد ایسے بھی آتے ہیں جو یہاں کی حاضری کے موضوع

برقائم رہے۔ وہ حضرات ہمارے قریب کے دوستوں، بزرگوں میں موجود ہیں لیکن ہمیں کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ ان کی مبارک زندگیوں سے سبق لیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے کبھی اپنا محاسبہ نہیں کیا۔ اب میں اپنی ذاتی حالت کو عرض کرتا ہوں کہ ماحول کا اثر میری معاشرت پر کیا پڑا۔

ماحول کا اثر ہماری زندگی پر

پاکستان میں چار آنہ کی ہنڈیا یا دو روپے کی دیگچی میں سالن پکتا تھا یہاں اسّی ریال کا کوکر خریدا جو اب عادت پڑ جانے کی وجہ سے ضروریات میں داخل ہو گیا اب خریدا جائے تو دو سو کا ہے۔ وہاں مٹی کا چولہا خود گھر میں مفت بن جاتا تھا، یہاں سو ریال کا چولہا خریدا جو اب ڈیڑھ سو کا ہے۔ وہاں استری ہم غرباء کے پاس تھی ہی نہیں یہاں اس کی بھی ضرورت پڑ گئی اور بجلی کی ۳۰ ریال کی خریدی۔ گھر میں بلا قصد ثلاجہ (فرج) بھی گھس گیا کہ مفت ہدیہ میں آیا تھا مگر بجلی کا خرچ بڑھنے کے ڈر سے الحمد للہ استعمال نہیں کیا، بال دھونے کے لئے وہاں ایک آنہ کی کھلی یا آملہ کافی تھا، یہاں دس ریال کا شمپو اور پیر صاف کرنے کے لئے وہاں ایک دو آنہ کا جھاواں (مٹی کا ٹکڑا) یہاں میں امریکہ کا بنا ہوا آٹھ ریال کا آتا ہے۔

اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں جو نہ اپنے ملک میں استعمال ہوتی تھیں نہ ہی یہاں سب غریب لوگ استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی عارضی قیام والا امیر ان کو یہاں اپنے عارضی قیام کی خاطر خریدتا ہے بلکہ جس طرح بھی ہو گزارہ کر لیتا ہے

جس سے ثابت ہوا کہ یہ حقیقی ضروریات میں نہیں ہیں اور یہاں عبرت کی بات یہ ہے کہ آج کل اسی ملک میں بہت سے امراء ڈاکٹر انجنیئر پاک دہندے کے بلکہ امریکہ تک کے جو مذکورہ چیزوں کے استعمال کے بہت عادی ہیں دنیا کی خاطر بعض ایسی جگہوں میں کام کر رہے ہیں جہاں پر وہ چیزیں موجود نہیں بلکہ وہاں بجلی ہی نہیں ہوتی۔ ہم لوگ اعلیٰ زندگی گذارنے کے لئے یہاں آئے اور ہمیں مسافرانہ زندگی گذارنے کا حکم ہے تو ہم ان خصوصیات کو ضروریات سمجھ لیں تو یہ محض ماحول کا اثر اور نفس کا دھوکہ ہے۔

سینکڑوں رؤساء کے آقا دمرشد حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم ملنے بیماری اور معذوری اور بڑھاپے کی حالت میں یہاں ۱۳۹۵ء مئی جون جولائی کے روزے رکھے، باوجود خدام کے اصرار کے کولر کا استعمال نہیں کیا، حالانکہ حضرت کو گرمی بہت لگتی ہے اس لئے نماز کو جاتے وقت بنیان کو پانی میں بھگو کر پہن لیتے تھے اس طرح دوپہر کو کمرے میں بھی بنیان بھگو کر کولر کا کام لیتے تھے۔

اب کثرت امراض، ضعف و معذوری کے حد درجہ بڑھ جانے پر کولر کو قبول کر لیا مگر اس کا بدل مجاہدہ و ریاضت میں حیرت انگیز اضافہ سے فرما دیا۔ بلکہ کنڈیشن سے نکلکر نمازوں میں جا کر وہاں گرم ہوا میں بیٹھنا، بجائے آرام کے خود مستقل مجاہدہ ہو گیا اور اس کولر کو ایک خادم نے بلا اجازت لگا دیا کہ میں لیسے پھر لے جاؤں گا۔ ؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگر

کہ در نوشتن ماند شیر و شیر

ان چیزوں کے استعمال سے دین کی جو تباہی ہوتی ہے اس بارے میں اوپر

حدیث پاک کا مضمون گذر چکا ہے کہ خوشحال بننے کے لئے آدمی حرام و معصیت پر دلیر ہو جاتا ہے۔ اس کا ظہور یہاں اس طرح ہوا ہے کہ اس طرح کی زندگی کے لئے زیادہ معاش کی ضرورت ہوتی ہے اور جائز معاش کے اسباب میسر نہیں، حالانکہ نماز روزہ کے بعد کسب حلال فرض ہے۔ اب جبکہ تھوڑے سے حلال سے کام نہیں چلتا تو حرام یا مکروہ یا یہاں کے قیام کی شان کے خلاف گھٹیا قسم کا کسب کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً اگر موسم میں حرص کے ساتھ کمائی کی فکر کرے گا تو حجاج کرام کو لوٹنا اور ان کے حقوق کو پامال کرنا ہوگا۔ اگر کوئی دینی خدمت میں مشغول ہے تو اگر وہ اپنی اصلی اور حقیقی ضروریات کے لئے وظیفہ اور گذارہ کہلا کر اس کے کام کے ثواب میں کمی نہ کرے گا۔ اگر فضولیات اور مصنوعی خیالی ضروریات کیلئے خدمت کی لائن سے زیادہ کمائی کر رہا ہے تو وہ دینی خدمات کے ثواب نہیں پاتا

ہم میں ایک طبقہ متوکل بن کر عیش کرتا ہے اور آجکل جہالت ویے احتیاطی کی وجہ سے ہدایا دینے والے بھی ہدیہ کا مقصد اور معنی تک سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ہدیہ کے نام سے صدقہ وخیرات اور زکوٰۃ تک کا کھانا ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ بات بہت ہی ضروری اور اہم ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف سے ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے لوگ زکوٰۃ اغنیاء کو دے دیتے ہیں اس لئے کہ ان کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ہوتا کہ زکوٰۃ کے لئے صاحب نصاب نہ ہونا ضروری ہے۔ (اس کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں۔) اس لئے ہدیہ لینے والے کو بھی ضروری ہے کہ وہ اہتمام سے پوچھ لیا کریں کہ یہ زکوٰۃ تو نہیں۔ اور یہاں کے رہنے والے گو ہدیہ لینے والے نہ ہوں وقتاً فوقتاً امراء کے سامنے اس مسئلہ کو ظاہر کرتے رہیں کہ وہ اگر زکوٰۃ کا مال کسی کو دیں تو یہ تصریح کر دیں کہ یہ

زکوٰۃ ہے، کسی اچھے عنوان سے ظاہر کردیں کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے کہ وہ مسئلہ سے باخبر رہیں اور وہ کسی کو ہدیہ کے نام سے نہ دے۔ اس طرح بہت سے متوکلین حرام خوری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بے شک بزرگان دین کی بہت اعلیٰ و داشراف آمدنی خالص ہدیہ جس کی تعریف من حیث لایکتسب ہے ہر جگہ مل سکتا ہے مگر ایک تو مقدار میں وہ اکثر کفایت کے درجہ میں ہوتا ہے کیونکہ متقین کے لئے تو عاقبت ہے دوسرے اس اعلیٰ داشرف ذریعہ کی شرط تو صحیح توکل و تقویٰ ہے۔ مصنوعی توکل والوں کا رزق بھی مصنوعی ہوتا ہے، مانگنے والوں میں اور ہم لوگوں میں اتنا ہی فرق ہے کہ وہ لوگ پھیری لگا کر پیسہ پیسہ اکٹھا کرتے ہیں اور ہم لوگ شان اور متوکلانہ تکبر کے ساتھ اکٹھی رقمیں لیتے ہیں، دوسرے لفظوں میں دین فروشی میں ہم لوگ تحرک فروش ہیں۔

ہماری جو حالت ہونا چاہیئے تھی اور جو ہوگئی اس کی طرف مثال کے طور پر یا چند مونہ کے طور پر اشارات ہیں، اپنی اپنی حالت کا محاسبہ کرنے پر سب تفصیلات سامنے آجائیں گی۔

ہر آنے والا آنے والے سے پہلے اور آکر بھی چند روز اپنے خیال میں اپنے کو اس پر بہت مضبوط پاتا ہے کہ مجھ کو ماحول اور لوگوں سے کیا واسطہ، میں تو اپنے موضوع پر قائم رہوں گا۔ مجھ گناہ گار کو تو مدینہ پاک میں بس قیام نصیب ہو جائے اور یہاں کی گلیوں کی فراشی ہی مل جائے وہ میرے لئے بڑا اعزاز ہے۔ میں تو یہاں کے کتّے کی بھی عزت کروں گا، یہاں کے فقر و فاقہ کو نعمت سمجھوں گا، یہاں کی جھونپڑی کو محلات پر ترجیح دوں گا۔ مگر چند روز بعد ماحول کا اثر غیر محسوس طریقہ پر آہستہ آہستہ اس پر ہو جاتا ہے، ساتھ ہی پہلا سا جذبہ اور شوق بھی قدرتی طور پر ٹھنڈا پڑجاتا ہے

اس لئے اس کے اپنے جذبات وخیالات ہی بدل جاتے ہیں۔

پہلے وہ جن مباحات کے نتائج کو خطرناک سمجھتا تھا مثلاً بڑی بڑی بلڈنگیں بنانا، جملہ آرائش وآسائش کے سامان، موٹریں ریڈیو، ٹیلیفون، کولر، قالین، فرش ثلاجے وغیرہ کو وقت کی بچت اور دینی امور کے لئے فراغت اور دل جمعی کا باعث قرار دینے لگتا ہے اور ان کو نیک نیتی اور خلوص سے استعمال کرتا ہے اور اپنی تمام ذہانت علم اور عمیق نظری کو ان کے جواز اور شرعی رخصتوں پر عمل کرنے کی فضیلت کے بیان کرنے میں صرف کر دیتا ہے۔

کچھ دنوں بعد وہ اس طرز زندگی پر مجبور ہو جاتا ہے کہ سب چیزیں ضروریات کا درجہ بن جاتی ہیں پھر ان کے قائم رکھنے، حاصل کرنے اور بڑھانے کے گورکھ دھندے میں پھنس جاتا ہے اور اپنے پہلے جذبات ونظریات کو جذباتی اور فضول سمجھنے لگتا ہے اب کوئی نصیحت یا عبرت آموز واقعہ اثر نہیں کرتا بلکہ ہر نصیحت کو رد کرنے کے لئے مخالفانہ مزاج سے سنتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدھم کے نصائح

میرے آقا ومرشد پاک کو ایک دفعہ یہ اطلاع ملی کہ میں کوئی مکان بنانے کی فکر میں ہوں (بندہ اسوقت کرایہ کے مکان کی تلاش میں تھا لیکن سہارنپور میں بجائے کرایہ کے بنانے کی اطلاع ہوئی) تو حضرت پاک نے بجائے کامیابی کی دُعا کے اپنے گرامی نامہ میں یہ تحریر فرمایا کہ کبھی مکان بنانے کی فکر نہ کرنا بس اسی طرح بے سرو سامانی میں وقت گذار دو۔" اور بندہ کے ایک ساتھی کو جب ایک مختصر سی ملازمت ملی تو ان کے نام کئی گرامی ناموں میں مبارکباد ی کے مضمون کے بعد فرمایا کہ ایک بات کو میں نے زبانی بھی کئی دفعہ کہا اور خطوط میں بھی لکھا اور اب بھی لکھتا ہوں کہ وہاں

کے دوستوں کی مصاحبت سے اپنے کو بڑا آدمی نہ سمجھنا۔ عجب وتکبر سے دور رہنا۔ اور مدینہ پاک کے آداب کا خاص طور سے خیال رکھنا اور اللہ پاک کی نعمتوں پر شکر جتنا بھی ہوسکے اس میں دریغ نہ کرنا۔ تم ملک صاحب کے کارخانہ میں کماتے ہو اس کا مصرف کیا ہے؟ فضولیات میں ہرگز ضائع نہ کرنا، زیب وزینت میں ہرگز ضائع نہ کرنا۔ اپنے والد، بھائی، ذی محرموں کی اعانت کر سکتے ہو تو ضرور کرنا ورنہ ملک صاحب ہی کے ہاں جمع کرواؤ، نفیس چیزوں کی طرف ہرگز نگاہ نہ اٹھانا

لا تمدن عينيك الى ما متعنا ازواجا منهم زهرة الحيوة الدنيا لنفتنهم فيه ؕ

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ ایسی مبارک جگہوں میں اوقات کی مخالفت اور ان مقامات مقدسہ کے آداب کی ضرورت بہت ہے جیسا کہ مقدس مقامات کا ثواب المضاعف ہے ایسے ہی معصیت بھی بہت مضر ہے۔

تمہارے مستقل قیام کی دل سے دعا کرتا ہوں اور نصیحت تمہارے لئے ایک ہے کہ حُبِ مال حُبِ جاہ سے اپنے کو بچادیں۔

ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا کہ حرمین شریفین میں زیب وزینت سے بہت بچ کر رہنا اور تعلقات بھی کم رکھنا ہے۔

جو حضرات آنا چاہتے ہیں

اب جو حضرات یہاں آنا چاہتے ہیں وہ اتنے بڑے اقدام سے پہلے اپنے آنے کا مقصد متعین کریں پھر مذکورہ بالا یہاں کے منافع اور خطرات کو سامنے رکھ کر آنے کا فیصلہ فرمائیں۔ ہر شخص کے حالات مختلف ہیں اس لئے عام لوگوں کے لئے ایک عمومی مشورہ بندہ بھی عرض کرتا ہے۔

۱۔ اگر مقدور ہو تو مستقل قیام کی بجائے بار بار آنے کی نیت رکھیں، اور چند ماہ عارضی قیام کر کے واپس چلے جایا کریں۔

۲۔ یہاں آنے کے لئے جتنی مالی جانی قربانی کرنا ہو وہ اپنے مقام پر اپنی اصلاح میں خرچ کر دیں اس کے لئے آج کل بہترین طریقہ تبلیغی جماعت میں لمبا وقت لگانا ہے جو ہر جگہ ممکن اور سہل ہے، دوسرا طریقہ اپنے کو کسی شیخ کامل کے سپرد کر کے ہمہ تن اس میں مشغول ہو جانا ہے یہ ہر جگہ آسان نہیں کہ مشائخ کی کمی ہے اور طبائع میں اتباع انقیاد کی صلاحیت نہیں جو کہ اس راستے کی شرط ہے ویسے تبلیغی سلسلہ کے ساتھ مشائخ حقہ سے تعلق اور دخول سلسلہ بھی مفید ہے پھر جب دین، یعنی کلمہ، نماز، علم، ذکر، صفائی معاملات، اخلاق و اخلاص سیکھ کر یہاں آنا ہو گا تو یہاں کے فضائل حاصل ہوں گے۔ مثلاً جب حقیقی طور پر نماز پڑھنا آتی ہو گی تب ہی یہاں پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا، محض نماز کی صورت ادا کرنے پر پچاس ہزار کا کامل ثواب نہیں ملتا۔ سیکھنے کی چیزیں محض یہاں کے قیام سے خود بخود نہیں آسکتیں۔

جو حضرات آچکے ہیں

جو حضرات آچکے ہیں وہ اپنے آنے کے مقصد کو یاد کریں، پھر مندرجہ بالا تحریر کی روشنی میں اپنی ترقی و تنزل کو معلوم کرنے کے لئے اپنی زندگی کا محاسبہ کریں اللہ تعالیٰ بندہ کو بھی اس کی توفیق دے۔ ہم کو اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور کو اختیار کرنا چاہیئے

(۱) اس بات کے استحضار اور دھیان کرنے کا اہتمام کرنا یعنی وقتاً فوقتاً خاص طور پر یہ سوچنے کے لئے خواہ اس قسم کی کتب کے مطالعہ کے لئے وقت نکالنا کہ ہم

نے اس قیام کی خاطر کتنی قربانی کی ہے اور اب بھی قانونی مجبوریوں کی وجہ سے کس قربانی سے رہ رہے ہیں، دوسری بات یہ کہ قیام کی کس قدر عظیم نعمت حاصل ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس حاصل ہوگیا۔ کہیں اس عظیم نعمت کی ناقدری کی سزا ایں یہاں سے اخراج یا جسمانی قرب کے باوجود معنوی دوری نہ ہو جائے ۔

گو تھے اویس دور مگر ہو گئے قریب
بوجہل تھا قریب مگر ہو گیا دُور

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت سے صورۃً زائر معنیً مہجور اور بعضے صورۃً مہجور جیسے حضرات اویس قرنیؒ لیکن معنیً قرب سے مسرور تھے ۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں تشریف رکھنے کے باوجود اپنی والدہ کی خدمت کیوجہ سے خدمت اقدس میں حاضری بھی نہ دے سکے اور مستقل قیام تو بڑی چیز ہے ۔

لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ جو تم میں سے ان سے ملے، وہ ان سے اپنے لئے دعاء مغفرت کرائے اور ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (قرنی) کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اس کو ضرور پورا کرے ۔

(۲) فضائل حج میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدھم نے مکہ مکرمہ کے تیس اور مدینہ منورہ کے ساٹھ نمبر آداب میں تحریر فرمائے ہیں ان کو مطالعہ میں رکھیں اور اسی سلسلہ میں فضائل درود۔ موت کی یاد، فضائل صدقات اور شمائل ترمذی کو خاص طور سے مطالعہ میں رکھیں ۔ نیز حج، عمرہ، زیارات

کے مسائل اچھی طرح سیکھیں۔ اس میں معلم الحجاج اور زبدۃ المناسک میں سے کسی ایک کتاب کو کسی عالم سے سمجھ کر پڑھیں۔

یہاں چار پانچ ماہ حجاج کا ہجوم رہتا ہے، لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے اکثر حجاج کو حج کے موٹے موٹے مسائل بھی نہیں آتے یہاں کے مقیمین ان سے اپنے کاروبار کا فائدہ حاصل کرتے ہیں اس کا کوئی حرج نہیں لیکن ان کی اہم خدمت و ضرورت کو بھی انجام دینا چاہیے فریضہ حج ساری عمر میں ایک مرتبہ بہت سی مالی جانی قربانی کر کے ادا کیا جاتا ہے اس سے ناواقفیت بھی ایک قدرتی بات ہے کہ ساری عمر اس عمل کی نوبت نہیں آئی سارے مناسک عملی ہیں نماز روزے کی طرح اس کی تعلیم کا اپنے ملکوں میں رواج نہیں ہے اس لئے ان مہمانوں کے مسائل میں عمومی رہنمائی یہاں والوں کو کرنا چاہیئے۔ اور مشکل و نئے مسائل کو یہاں کے علماء سے پوچھ کر ان کو بتانا چاہیئے کہ وہ حضرات یہاں کے علماء سے ناواقف ہوتے ہیں۔

بندہ نے پہلے اس مضمون کو جب تحریر کیا تو اپنی اصلاح حال کے لئے بہت سے آداب و ہدایات کے نمبر لکھے تھے مگر اب خیال آیا کہ ہر شخص کے حالات بہت مختلف ہیں اور اصلاح کے بہت سے پہلو ہیں، دوسرے یہ کہ آداب وغیرہ کا محض علم ہو جانے سے تو آدمی عمل پر نہیں پڑ سکتا جب تک کہ اس کے دل میں دینی جذبات پیدا نہ ہوں اور دل کی حالت درست نہ ہو اس کیلئے بزرگوں کی صحبت اور ان سے تعلق کی ضرورت ہے اور انہیں کی وعظ و تذکیر اثر بھی کرتی ہے لہٰذا ایک بنیادی چیز کی دعوت دیتا ہوں وہ یہ کہ یہاں پر الحمد للہ مغرب تا عشاء

تبلیغی جماعت کا حلقہ ہوتا ہے (خدا اسکو ہمیشہ قائم رکھے اور جماعت کی مدد فرمائے) اس میں پابندی سے شرکت کا معمول بنالیں وہاں اصلاحی وعظ بھی ہے اور عملی مشق بھی ہے وہاں جو اپنی اصلاح کی نیت سے شریک ہوتا ہے اس کی اپنی اصلاح ہوتی ہے اور وہ دوسروں کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔

اللھم اجعلنا من اھل المدینۃ مقبولین ؁

خلاصہ

ہم یہاں کی حاضری سے پہلے کے اپنے عزائم اور اپنے شوق کی حالت اور یہاں آنے کے بعد قیام کے پہلے مہینہ یا پہلے سال کے اپنے مشاغل و اعمال کو یاد کریں بس اسوقت کچھ چیزوں کو چھوڑا تھا اور کچھ کو اختیار کیا تھا اس سے اپنے تنزل یا ترقی کا حال معلوم ہو جائے گا۔

آخر میں حضرت شیخ المشائخ قطب العالم شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری شاذلی کی کتاب الحکم سے ان کی ایک نصیحت لکھ کر ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں:۔

"تمہاری مشغولی کے لائق وہی اعمال صالحہ ہیں جن کو تُو نے محبوب جانا اور ان کی طرف مسارعت کی اور اعراض کے قابل وہ خواہشات باطلہ ہیں جن کو چھوڑ کر تو نے اپنے مولیٰ کی طرف توجہ کو اختیار کیا۔"

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین ؁

مکتوب ۴

حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ

از مکہ معظلہ حارۃ الباب ———— مورخہ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

از فقیر امداد اللہ عفی عنہٗ

بخدمت سراپا جود و سخا حامی شریعت و طریقت جناب نواب محمد محمود علی خانصاحب

متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جب سے آپ تشریف لے گئے ہیں دل کو بہت قلق ہے اُمید ہے کہ بفضلہ تعالیٰ آپ مع الخیر والعافیت اپنے وطن پہنچ کر اپنے فرزندان و عزیزان اقارب کے دیدار سے مسرور و شادکام ہوئے ہوں گے آپ بہت جلد اپنے مزاج مبارک کی خیریت و حالات سفر و دیگر حالات سے سرفراز فرمائیں۔ چونکہ فقیر کو آپ سے محبت لِلّٰہ ہے اور (الدین النصیحۃ) یعنی خیر خواہی دین کی ہے۔ اس لئے خیر خواہانہ تحریر ہوتا ہے آپ اپنی ریاست کا انتظام اور حق داروں کے ادائے حقوق کا بندوبست اس طرح سے کر کے یہاں تشریف لادیں کہ آپ کو کچھ تشویش نہ رہے کیونکہ جب تک قلب و تعلقات و تشویشات دنیاوی میں مشغول رہے گا عبادت و طاعت کی لذت و حلاوت ہرگز نہ ملے گی بلکہ جب تک دل ماسوائے اللہ سے پاک و صاف نہ ہوگا تب تک نہ سچی توحید حاصل ہوگی اور نہ جمال مبارک حق آئینۂ دل میں مشاہدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو ایک ہی قلب مخصوص اپنے واسطے عطا کیا ہے کوئی دوسرا دل نہیں ہے کہ اس میں دوسرے تعلقات و مشاغل کو

جگہ ہو۔ حرمین شریفین میں دل کو امور و مشاغل ہند میں مشغول رکھنا اس سے بہتر یہ ہے کہ ہند میں رہ کر دل کو حرمین شریفین کی طرف متوجہ رکھنا کیونکہ حقیقت ہجرۃ قلب سے ہے۔ اگر قلب ہند میں رہا اور صرف ظاہری جسم حرمین شریفین میں رہا تو یہ ہجرۃ حقیقی نہ ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عمل معتبر قلب کا ہے۔

ان اللہ تعالیٰ ینظر الیٰ قلوبکم ولا ینظر الیٰ صورکم

اصل ہجرت تو یہ ہے کہ اللہ کے واسطے اللہ کے سوا سب کو چھوڑ کر صرف اللہ کا ہو رہے اگر یہ نہ ہو سکے تو اس قدر تو ضرور ہے کہ آپ کو اپنی اولاد و اموال و ریاست اور سب کاموں کو اللہ کی وکالت میں سپرد کر کے خود تدبیر و بندوبست سے فارغ ہو جاوے۔ جب اللہ قادر رحیم و کریم و علیم کو اپنا وکیل و کارساز بنا دیا تو بندہ عاجز نکس کا محتاج نہ رہے گا۔ جب تک اللہ و رسول کی محبت سب چیزوں پر غالب نہ ہوگی اور امور دینی امور دنیا پر یعنی باقی فانی پر غالب نہ ہو جاویں گے تب تک بندہ کا ایمان پورا نہیں ہونے کا۔ مسلمان کو کامل مسلمان ہونے کی کوشش و فکر تو سب پر مقدم و فرض ہے۔ پس اپنے متعلق کوئی جھگڑا و تعلق دنیاوی نہ رکھیں۔ جب سب اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے اور دنیا پر عقبیٰ کو مقدم کر دیا تو سب کام درست و ٹھیک ہو گئے۔ دنیا فانی بگڑی تو کیا اور بنی تو کیا۔ جب اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو ہرگز نہ بگڑے گی، عقبیٰ و دین کی درستی ہوگی تو ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اس کے نزدیک بے حقیقت ہے

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

عشق بر مردہ نباشد پائیدار
عشق را بر حیّ و بر قیوم دار

اللہ تعالیٰ کے سوا سب فانی ہے اور عشق باقی ہے۔ یا اللہ فانی کی محبت
یعنی اولاد و اموال کی محبت اللہ حی و قیوم کی محبت سے ہمیں نہ روکے۔ پس مکہ اور مدینہ
میں رہنے کا لطف جب ہی ہے کہ دل سب سے خالی و فارغ ہو۔ بہت علوم پڑھنے
سے کوئی فائدہ نہیں جب عمل نہ ہو۔ نقل ہے کہ امام ابو یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ
نے حضرت ابراہیم قدس سرہ سے کہا کہ درویشی کے واسطے علوم کا سیکھنا ضروری ہے؟
تو آپ نے جواب دیا میں نے ایک حدیث سنی ہے (حب الدنیا راس کل خطیئۃ)
جب اس حدیث پر عمل کر لوں تو اور علم سیکھوں۔ ہدایت کے واسطے ایک آیت ایک
حدیث کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رضامندی پر چلائیں
اور ماریں۔ حقیقت میں صرف اس حدیث پر عمل ہو جاوے تو انسان مقبول خدا
ہو جاوے۔ صفات ضمائم جو مہلکات ہیں مثل طمع، حرص، حسد، کینہ، عداوت، غضب،
کبر، بخل وغیرہ سب حب دنیا سے پیدا ہوتے ہیں ایسا ہی صفات حمیدہ مثل صبر
و توکل و رضا و قناعت و تواضع و سخاوت و حلم وغیرہ سب ترک حب دنیا سے حاصل
ہوتے ہیں۔ اولاد کے برابر عزیز اور والدین کے برابر شفیق و مہربان کوئی نہیں مگر اس
حب دنیا کی وجہ سے آپس میں مخالفت و عداوت ہو جاتی ہے اور جب حب دنیا ہی
نہیں رہی تو سارے جہان کے غیر عزیز دوست ہو جاتے ہیں (اللھم اجعلنا منھم
ایک بات ضروری یہ ہے کہ داد دہش کا جھگڑا بھی اپنے ساتھ نہ ہو تو بہتر ہے بلکہ
کل مصدقات و خیرات بھی متعلق ریاست کر دیا جائے بندہ کو اپنے آپ کو اپنے جسم
و روح کو اللہ تعالیٰ کو دے دینا یہ ہی حقیقی سخاوت و جوادی ہے جب اپنے آپ
کو اللہ تعالیٰ کو دے دیا تو سب کوئی جود و سخاوت باقی نہ رہی۔ اب اس کو لاکھ

و کروڑ روزانہ خرچ کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ اہل اللہ کے برابر کوئی جواد و سخی نہیں ہو سکتا
فقیر کی یہ بھی صلاح نہ ہوتی کہ آپ اپنے مصارف کے واسطے کچھ ریاست سے مقرر
کر لیں لیکن چونکہ ساری عمر نظر اسباب پر رہی اس لئے اس بارہ میں فقیر کچھ نہیں
کہتا آپ اپنے نفس سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ درویشی میں یہ بڑا شرک ہے کہ
رہے تو باب اللہ و باب الرسول پر اور رزق مانگے ہندوستان سے۔ کسی امیر کے
دروازہ پر ہی کسی دوسرے سے مانگ کر کھانا امیر کی غیرت و غصہ کا سبب ہے یہ
کوئی بڑے درجات و مراتب کی بات نہیں بلکہ کمال ایمان و کمال ادب کی بات ہے
پس آپ اپنے ضروری خرچ کے سوا زیادہ مقرر نہ کریں کہ لوگ آپ کی تضییع اوقات
اور تشویش کے باعث ہوں۔ بڑی خرابی امراء اور رئیسوں کی اس درجہ سے ہوتی ہے کہ
انھوں نے مشورہ لینے کی سُنت کو اپنی کج فہمی سے ترک کر دیا۔
مسلمانوں کی تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو
(وشاورھم فی الامر) کی تاکید فرمائی ہے۔ نصرانیوں نے اس حدیث پر اس
درجہ عمل کیا کہ ہزاروں قسم کی مجلسیں مقرر کیں ہر اخبار و ہر رعیت کو رائے دینے کا
مجاز کیا اس کا نتیجہ جو کچھ ہے انکو بھی معلوم ہے۔ مسلمانوں کو یہ خبط ہے کہ جب ہم دوسروں
سے رائے لیں گے تو ہم کو لوگ کم عقل سمجھیں گے یا ہماری حکومت میں شریک ہو جائیں گے
یا تکبر سے کسی کو مشورہ کے قابل نہیں سمجھتے۔ غرضیکہ اس قسم کے بیسیوں خبط
ہیں۔ پس اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کر کے اپنے سب کاموں کا انتظام و انصرام
بخوبی کر کے تشریف لادیں۔ اگرچہ پانچ چار مہینہ توقف کرنا پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں
کیونکہ ادھورا کام چھوڑ کر آنے میں پھر ویسے ہی تشویش و تردد رہے گا۔ زمانہ میں

عقل کیساتھ دیانتدار کمیاب ہیں۔ اگر ایسے لوگ مل جاویں تو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ (لایشکر اللہ من لایشکر الناس) خود اللہ تعالیٰ شاکر و مشکور ہے ہر شخص کی استعداد و اعمال کے مطابق برتاؤ فرماتا ہے نیکوں کو ہر ایک نیکی کے بدلے دس سے کم نہیں زیادہ کی انتہا نہیں عنایت کرتا ہے اور برائی کا بدلہ صرف ایک برائی خود فرماتا ہے (افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لایستوون) اس مسئلہ پر بھی فرنگیوں نے ایسا عمل کیا کہ جیسا چاہیں ادنیٰ ملازم یا ادنیٰ رعیت کچھ اچھا کام کرتی ہے تو اس کا کیسا کچھ شکر کرتے ہیں۔ اگر ملازم ہے تو ہمیشہ اس کی کارگذاری کی کتاب میں تعریف و توصیف لکھتے ہیں اور اس کی خدمت کے لائق برابر ترقی کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض وقت دس روپیہ والے کی ترقی ہزار دو ہزار تک ہو جاتی ہے ویسا ہی بذریعہ خطاب وغیرہ کے ملازم و رعایا کی عزت کرتے ہیں اس سے اس کی دیانت و ہمت بڑھاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر دیانتدار اور غیر دیانتدار کے ساتھ ایک سا سلوک ہوگا تو دیانت دار کی ہمت اور اس کی خیر خواہی کی طرف سے سست ہو جاوے گی پھر تو سب کام خراب ہو جاویں گے۔ مسلمان رئیسوں کی زیادہ خرابی اس سے ہوئی کہ انھوں نے اہل نااہل کی تمیز نہ کی اور بہت رئیسوں نے جان بھی لیا کہ فلاں شخص عاقل و دیانتدار ہے مگر تکبّر یا بدعقلی کی وجہ سے اسکی قدر نہیں کرتے۔ بعضوں کو یہ خبط ہے کہ اگر ہم اسکی تعریف کریں گے یا ترقی کریں گے تو یہ خراب ہو جائیں گے نعوذ باللہ اپنی عقل کو اسرار شریعت سے بھی بڑھ کر سمجھنے لگے۔ فقیر نے بارہا دیکھا کہ دیانتدار کو خائن خود رئیس کر دیتے ہیں کیونکہ ملازم نے اپنی اوقات کو تو اپنے آقا کے ہاتھ اپنی رفع حوائج کے واسطے بیچ ڈالا جب آقا کو اپنے ملازم کی حاجات و ضروریات کا خیال نہ ہوگا مثلاً اس کی حیثیت کے موافق اس کی رفع حاجت پچاس میں

ہو اور وہ بخیلی دے تو ملازم اور حاجتوں کو کہاں سے پورا کرے آخر وہ خیانت کی طرف مجبور ہوگا پس اس میں اللہ اور رسولؐ کے قانون کے موافق کار دائی ہونے سے سب امور ٹھیک ہوتے ہیں۔ عزیزم مولوی منور علی سلمہٗ کو ان کے مکان پر بتاکید بھیجدیجئے اور عزیزم مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ یا دیگر برادران طریقت سے جیسے عزیزم مولوی محمد انوار اللہ صاحب وغیرہ سے آپ ملیں تو بہت خوب ہے۔ آپس میں ملنے سے اپنی جماعت میں محبت و اتحاد و اتفاق کی ترقی ہوتی ہے آپ بھی کوشش و ہمت کریں کہ فقیر کی جماعت علماء میں موافقت و اتحاد کی ترقی ہو للّٰہی محبت کی فضیلت کا کچھ حدود و حساب نہیں۔ آپ کی رباط شامیہ میں چند دنوں سے پانی اور روشنی موقوف ہے حالانکہ آپ کی طرف سے بہت جگہوں پر بڑی فیاضی سے سبیل وغیرہ جاری ہے یہاں پانی دینا اور جگہ سے افضل ہے۔ انتظام کے وقت قاری احمد صاحب کے مدرسہ کا بھی خیال رہے بلکہ حرمین شریفین میں جن جن کا مقرر ہے ان سب کو متعلق ریاست کر دیجئے کہ سب کو وہیں سے آجا دے آپ کو کوئی طلب و تقاضا کرنے میں تشویش میں نہ ڈالے

فقط

قال اللہ تعالیٰ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

تنویر الأبصار

فی

حبّ سیّد الأبرار واتّباع النبیّ المختار صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی

محبّت و اتّباع کا تلازم اور وجوب

مرتّب
محمد اقبال مدینہ منورہ

مکتبۃ الشیخ
۳/۳۶۷۔ بہادر آباد، کراچی